فلاحی ریاست میں نظام احتساب کی عصری معنویت: حسبہ فاروقی کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Modern Concept of Accountability in a Welfare State

in the light of Umar Farooq's Accountability System

Allah Ditta

Lecturer F.G. Degree College for Boys Multan Cantt, Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies B.Z.U. Multan;profabughufran475@gmail.com

Muhammad Waris Ali

Assistant Professor, Islamic Studies Department, Lahore Garrison University, Lahore;mwarisali@lgu.edu.pk

Abstract

This study is an attempt to recommend the measures and process for a welfare state for the accountability of its stakeholders. It focusses the accountability system adopted by the second Islamic caliph Umar Farooq that represents the methods and measures of the political approach of that accountability system as a role model for the whole world especially Pakistan. Accountability is considered the fourth leg of the metaphorical chair of good governance but unfortunately, no one could be held responsible for his corruption, dishonesty or fraudulent activity in the history of Pakistan. That is why, Pakistan is passing through a critical juncture i.e. a time of economic crisis and social disaster. As Pakistan is an Islamic state and accountability is the root of the Islamic doctrine, therefore accountability of important stakeholders had been the landmark in the era of Caliph Umar Farooq. The purpose of this article is to seek guidance from the Islamic accountability system so that a clear, neutral and unbiased accountability system could be launched for Pakistani stakeholders and for whole society so that the society may become ideal and peaceful. Social and economic reforms rely upon accountability too and by adopting these measures, the economy of Pakistan may flourish and prosper.

Key Words: Islam, Accountability, Caliph Umar Farooq, Welfare State.

کسی بھی ملک کو ایک فلاحی ریاست بنانے میں جہاں درست انتظام و انصرام اور بہترین معاشی حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں نظام احتساب کی اہمیت بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس لیے کہ جب تک بدکردار عناصر

کا سدباب نہیں کیا جائے گا اور ان کو قرار واقعی سزا نہیں دی جائے گی اس وقت تک فلاحی ریاست کا قیام عمل میں نہیں آ سکتا۔ اس کو منطقی طور پر انجام دینے کے لئے ایک مثالی نظام احتساب کی ضرورت ہے۔ ایک فلاحی ریاست کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرے اور امیر و غریب، عوام و خواص اور زیر دست و زبر دست کا بلا امتیاز احتساب کرنے کا اہتمام کرے۔ ریاست کے ذمہ داران کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے:اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ[1] وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔

مقالہ ھذا میں اسی نظام احتساب کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کسی ریاست کو فلاحی ریاست بنانے کیلئے نظام احتساب کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس کی بدولت ایک ریاست کو فلاحی ریاست کیسے بنایا جا سکتا ہے؟اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وضع کردہ نظام احتساب سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے اور ان اصولوں کا اطلاق آج کے حالات حاضرہ پر کر کے اس کے عواقب و نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے تاکہ صحیح معنوں میں ایک فلاحی ریاست کا قیام عمل میں آ سکے۔

احتساب کا مفہوم

احتساب باب اِفتِعال سے ہے اور اس کا مادہ ح س ب ہے۔ قرآن حکیم میں احتساب یا محتسب کا لفظ استعمال نہیں ہوا البتہ اس سے مشابہ بہت سے الفاظ حساب، الحساب، حسیب، حسابا وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔ حساب، الحساب یا حسابا کا لفظ قرآن مقدس میں 45 جگہ پر استعمال ہوا ہے اس کے معنی گنتی، شمار اور حساب کتاب کرنا، گمان کرنا اور اندازہ کرنا کے آئے ہیں [2] اور کہیں اعمال، یوم حساب عذاب اور جزا و سزا کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ [3] سوایسوں کے لیے بڑا حصہ ہے ان کی کمائی میں سے اور اللہ بڑا ہی جلد حساب لینے والا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ

---

[1]۔ القرآن، سورۃ الحج،22:41

[2]۔ قاسمی، وحید الزمان، **قاموس الوحید** (لاہور: ادارہ اسلامیات، س۔ن). ص335

[3]۔ القرآن، سورۃ البقرۃ،2:202

بِغَيْرِ حِسَابٍ [4] بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

حدیث میں احتساب کے معنی ایسے کام کے بیان کئے گئے ہیں جو کہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضا کے لیے کیا جائے ایسے کام کو احتساباً للہ کہا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ [5] جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ لیکن ایک حدیث میں یہ لفظ اپنے اسی معنی حساب یا محاسبہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کا فرمان ہے: ولكن الشهيد من احتسب بنفسه [6] لیکن شہید وہی ہے جو اپنے نفس کا احتساب کرے۔

محکمہ احتساب کے فرائض

احتساب کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ احتساب کرنے والے افراد یا ادارے کے فرائض کیا ہیں تاکہ اس عمل کے ثمرات عوام الناس تک اپنی اصل روح کے ساتھ پہنچ سکیں۔ ابن خلدون کے بقول احتساب ایک دینی فریضہ ہے اور یہ سلطان پر لازم و فرض ہے کہ وہ اس عہدے کو قائم کرے۔ سلطان جس شخص کو اہل سمجھے اسے مقرر کر دے اور وہ شخص احتساب کے قائم کرنے میں اپنے دیگر معاونین کا بھی تقرر کر سکتا ہے تاکہ اسے احتساب کے قائم کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہ ہو۔ اس محکمے کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے ابن خلدون نے محتسب کے درج ذیل فرائض بیان کیے ہیں:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو یقینی بنانا، لوگوں کی شرارتوں اور برائیوں کا سراغ لگانا، ان کی تحقیق کے بعد دینی مجرموں کو سزائیں دینا، شہریوں کو عوام کی وفلاح و بہبود والے کاموں پر آمادہ کرنا، بھیڑ کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے راستوں کو تنگ یا بند نہ ہونے دینا، سواریوں، بسوں اور کشتیوں وغیرہ پر بہت زیادہ بوجھ نہ لادنے دینا، جن عمارتوں کے گرنے کا ڈر ہو انہیں منہدم کر دینا، مدارس و مکاتب میں اساتذہ پر نظر رکھنا کہ وہ بچوں کو زیادہ نہ

---

[4] ۔ القرآن، سورۃ آل عمران، 37:3

[5] ۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، م275ھ، "السنن"، بیروت: المكتبة العصرية صيدا، س۔ن، کتاب الصوم، بَابٌ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ، ج2 ص49، رقم الحدیث 1372

[6] ۔ المتقی الهندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، كنز العمال في سنن الاقوال والافعال، الطبعة الخامسه، بیروت: مؤسسة الرسالة، 1401ھ، رقم الحدیث 11362؛ رقم الحدیث 44378

ماریں، معاشی اور کاروباری زندگی میں دھوکا اور فریب سے متعلق مقدمات کا فیصلہ کرنا، تاجروں کو ناپ تول پورا رکھنے کا پابند کرنا، نادہندہ لوگوں سے لوگوں کا پیسہ واپس دلوانا، تمام اقسام کی بے ایمانیوں کو روکنا اور لوگوں کو حق وانصاف پر آمادہ کرنا، ابن خلدون لکھتے ہیں کہ محتسب کو یہ انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ اس قسم کے جھگڑوں یا زیادتیوں کے مقدمات اس کے پاس آئیں بلکہ وہ سوچ بچار کرے اور بذات خود ان باتوں کی کھوج میں لگا رہے۔جب اس کے علم میں ان میں سے کوئی بات آئے تو پھر سوچ سمجھ کر مناسب قدم اٹھائے۔(7)

حضرت عمر فاروق کا نظام احتساب

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نظام احتساب کا قیام خلافت راشدہ کے بھی بہت بعد میں عمل میں آیا تھا کیونکہ یہ دور جدید کی اصطلاح ہے۔ اس لئے اس کا کوئی وجود خلافت راشدہ میں نہیں ملتا لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے ابتدائی نقوش تو سیرت النبی ﷺ میں موجود ہیں کہ آپ نے مختلف مواقع پر نہ صرف اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کیا(8) بلکہ دیگر بہت سے لوگوں کا بھی احتساب کیا تھا۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ الازدی کا محاسبہ فرمایا آپ نے اسے بنو سلیم کے صدقات کی وصولی پر عامل بنا کر بھیجا تھا۔(9)ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے وصال کے بعد حضرت معاذؓ یمن سے واپسی پر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا اپنا حساب پیش کرو حضرت معاذ نے کہا کیا میں دو حساب دوں؟ آپ کو حساب دوں اور پھر اللہ کو بھی حساب دوں۔ بخدا آج کے بعد میں کبھی بھی آپ کی طرف سے عامل نہیں بنوں گا۔(10)

ان آثار سے معلوم ہوا کہ احتساب کی بنیاد رسول کریم ﷺ نے رکھ دی تھی، اسی سلسلے کو حضرت ابو بکر صدیق نے آگے بڑھایا جب کہ حضرت عمر فاروق نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو باقاعدہ منظم کر دیا تھا۔ بنیادی طور پر آپ خود ہی اس نظام احتساب کے سربراہ تھے اور بذات خود ہی احتساب کیا کرتے تھے اور بعض اوقات ایک کمیشن قائم کر دیتے جو سانحے کی جگہ پر جا کر تحقیقات کرتا اور رپورٹ حضرت عمر فاروق کو پیش کرتا۔ کبھی کبھار عامل

7۔ ماخوذ: ابن خلدون، عبد الرحمن ابن محمد، **المقدمہ**، بیروت: دار الفکر، 1408ھ، ج1 ص280-281

8۔ نسائی، احمد بن شعیب، 303ھ، **السنن الصغری**، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1406، ج8 ص32، حدیث 4773

9۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، **صحیح بخاری**، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، ج9 ص28، حدیث 6928

10۔ الدینوری، أبو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ، م276ھ، **عیون الأخبار**، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1418ھ، ج1 ص125

کو مدینہ بلا کر براہ راست تحقیقات کرتے تھے اور اکثر یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ عامل صوبہ کا حاکم یا معزز افسر ہوتا تھا۔([11]) لیکن چونکہ آپ کی مصروفیات اس ضمن میں آڑے آتی تھیں۔ اس لیے آپ نے نظام احتساب کے سربراہ کے طور پر محمد بن مسلمہ کو مقرر کر دیا تھا([12]) اس کام کے لیے ایک انتہائی قابل اور ایماندار شخص کی ضرورت تھی۔ آپ بدری صحابی تھے۔ انہیں اکثر غزوات میں اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ شامل ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ ایک روایت کے بموجب آپ کو تبوک کی مہم کے دوران مدینے کا عامل بھی مقرر کیا گیا تھا۔([13])

حضرت عمر فاروقؓ کو جب کسی عامل کے بارے میں کوئی شکایت ملتی تو آپؓ کو تحقیق حال کے لیے روانہ کیا جاتا تھا([14]) اور اس بات کی بھی صراحت ملتی ہے کہ آپ نے مختلف مواقع پر چند گورنرز کا بڑا سخت احتساب کیا تھا۔([15]) شواہد و قرآئن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے نظام احتساب کو مختلف ذیلی اداروں میں بھی تقسیم کر دیا تھا اور ہر ذیلی ادارے کا ایک علیحدہ نگران مقرر تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق جو امام زہری سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے عبد اللہ بن عتبہ کو بازار پر عامل مقرر کیا تھا۔([16]) جو بازار میں بیع و شرا کے ساتھ انتظامی معاملات کی بھی جانچ کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق کا منہج و اسلوب احتساب

حضرت عمر فاروق کا طریقہ احتساب انتہائی سادہ، بے لاگ اور غیر جانبدار تھا۔ یہ غلط فہمی عوام و خواص میں عام ہے کہ آپ کا رویہ انتہائی سخت اور بے لچک تھا اور نرمی و آسانی کا کوئی نمونہ آپ کی سیرت میں موجود نہیں ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ آپ ہر ایک شخص کی سطح، قابلیت و لیاقت اور سماجی حیثیت کے

11۔ شبلی نعمانی، علامہ، م1914ء، **الفاروق**، طبع اول، کراچی: دار الاشاعت اردو بازار، 1991ء، ص194

12۔ شبلی نعمانی، **الفاروق**، ص193

13۔ محمد بن سعد، ابو عبد اللہ، 230ھ، **طبقات الکبری**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1410ھ، ج3 ص338-339

14۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، 630ھ، **أسد الغابة في معرفة الصحابة**، الطبعۃ الأولی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ، ج5 ص106

15۔ شبلی نعمانی، **الفاروق**، ص191-196، مجلس المدینۃ العلمیہ، فیضان فاروق اعظم، ص344-391

16۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، رقم الحدیث 14467

مطابق احتساب کیا کرتے تھے۔ آپ کی سیرت کے مطالعے کرنے والے کو یہ تین اسالیب نمایاں نظر آتے ہیں:

1۔ حضرت عمر فاروقؓ کی پوری کوشش اس بات پر صرف ہوتی کہ معاشرے کو جرم و خطا سے اور تقصیر و گناہ کے ارتکاب سے باز رکھا جائے اس لیے آپ انذار و تخویف سے بہت زیادہ کام لیتے تھے۔ تاکہ ارتکاب جرم کی نوبت ہی نہ آئے۔ اسی وجہ سے آپ کے دور حکومت میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور اس اسلوب کا فائدہ یہ ہوا کہ لوگ خلاف قانون کام کرنے سے ڈرتے تھے۔([17]) یہ انذار و تخویف کا انداز اتنا مشہور ہو گیا کہ آپ ایک سخت گیر حاکم کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ یہ بات بھی زبان زد عام ہے کہ آپ کی طبعیت میں صرف جلال تھا حالانکہ آپ کی شخصیت میں توازن و اعتدال تھا جس کی وجہ سے ہر عام و خاص اور غریب و امیر بے دھڑک گفتگو کر سکتا تھا۔([18])

2۔ اجتماعی طور پر انذار و تخویف کے باوجود بھی اگر کوئی شخص قانون کی خلاف ورزی کرتا اور اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا تو ابتداً آپ اسے نرمی سے سمجھاتے یا معاف کر دیتے اور آپ اس کے لیے تنہائی میں دعا بھی کرتے اس طرح وہ شخص راہ راست پر لوٹ آتا چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے ملک شام کے ایک بہادر شخص کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ شخص شراب کا عادی ہو گیا ہے۔ آپ نے اپنے کاتب سے فرمایا لکھو: عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں کے نام! تم پر سلامتی نازل ہو، میں تمہارے متعلق اللہ کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود

---

[17] ۔ ابن الجوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی، 597ھ، **سیرۃ و مناقب عمر بن عبد العزیز الخلیفۃ الزاہد**، الطبعۃ الاولی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1404ھ / 1984ء، ص10

[18] ۔ عام اشخاص بھی حضرت عمر سے کیسے بے خوف و خطر کلام کیا کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے طریقہ کار کو ترک کر دینے اور قرآن و سنت کی پیروی سے ہٹ جانے کی صورت میں ایک مرتبہ ایک بدو نے انہیں تلوار کی مدد سے سیدھا کرنے کا کہا تو حضرت عمر نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: محب الدین الطبری، ابو العباس، احمد بن عبد اللہ بن محمد، 694ھ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الطبعۃ الثانیہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س-ن، ج2، ص381) اس طرح کے دیگر شواہد یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت عمر کی سختی و کرختگی صرف مجرموں اور مفسدوں کے لیے تھی جب کہ دیگر احباب پر آپ انتہائی مشفق و مہربان تھے تاہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے التزام کی وجہ سے بالعموم تمام لوگ آپ سے خائف تھے۔

نہیں، جو گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، بڑے انعام والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" پھر آپؓ نے اس کے حق میں دعا کی کہ اللہ اسے بیماری سے شفا عطا فرمادے، اس کے دل کو پھیر دے، اس کو توبہ کی توفیق دے دے۔ جب قاصد وہ مکتوب لے کر اس کے پاس پہنچا، اس شخص نے مکتوب پڑھا تو کہنے لگا: میرا رب گناہوں کو بخشنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالی نے میری مغفرت کا مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے اور وہی توبہ کو قبول کرنے والا، اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ یقیناً اللہ نے مجھے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے، وہ بڑے انعام والا ہے اور اس کا انعام خیر کثیر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ بار بار یہی کہتا رہا یہاں تک کہ زارو قطار رونے لگا۔ پھر اس نے شراب نوشی سے سچی پکی توبہ کی اور اسے بالکل ترک کر دیا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا: تم لوگ بھی اسی طرح کیا کرو، جب تم دیکھو کہ تمہارا کوئی بھائی پھسل گیا ہے تو اسے سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کرو اور اس کی طرف خصوصی توجہ کرو، اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جایا کرو۔(19)

3۔ جب مذکورہ بالا دونوں طریقوں سے بھی فرد کی اصلاح نہ ہوتی تو پھر اس شخص پر سزا کا نفاذ کرتے اور اس ضمن میں اپنے پرائے یا عام و خاص کی رعایت نہ کرتے۔ اس کے چند نظائر اسی مقالے کے آئندہ صفحات میں بیان کیے گئے ہیں۔

خود احتسابی

کوئی بھی ریاست اس وقت تک فلاحی ریاست نہیں بن سکتی جب تک اس کا سربراہ قابل اور ایماندار نہ ہو اور اس کا کردار مثالی نہ ہو۔ مزید یہ کہ بضرورت وہ مختلف مواقع پر اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش نہ کرے کیونکہ جب تک وہ اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش نہیں کرے گا، دوسرے لوگ بھی اپنے آپ کو احتساب سے مستثنیٰ سمجھیں گے اور جس کے جو جی میں آئے گا وہ وہی کرتا رہے گا۔ نتیجۃً نظام حکومت ناکامی سے دوچار ہو جائے گا اور ایسی ریاست کو کسی صورت میں بھی ایک فلاحی ریاست نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے آپ دیگر مختلف امور کے احتساب کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے محاسبے کی بھی ترغیب دلاتے رہتے تھے، نیز آپ خود اپنے نفس کا بھی مختلف مواقع پر احتساب فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے

[19]۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ، الاصبہانی، **حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء**، مصر: السعادۃ-بجوار المحافظۃ، 1974ء، ج4ص97

نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کتاب لیا جائے، بڑے دن کی حاضری کے لیے تیاری کرو اور قیامت کے روز اس شخص کا حساب بھی کم ہو گا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا۔"(20)

حضرت عمر فاروق کو اس بات کا بخوبی احساس تھا اس لیے آپ اپنے آپ کو مجمع عام میں بھی احتساب کیلئے پیش کر دیا کرتے تھے اور تنہائی میں بھی اللہ رب العزت کے سامنے اپنا احتساب کیا کرتے تھے حضرت ابن مالک کہتے ہیں کہ آپ تنہائی میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے بطور عاجزی ارشاد فرما رہے تھے! مسلمانوں کا امیر واہ رے واہ! اللہ سے ڈرتے رہو ورنہ اللہ کی قسم! وہ تمہیں ضرور عذاب دے گا۔(21) یہ آپ کے خوف خدا کی بین دلیل ہے کہ آپ اپنا احتساب کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے کندھے پر مشکیزہ اٹھالیا۔ آپ سے عرض کی گئی کہ حضور آپ مت اٹھائیں، ارشاد فرمایا! میرے نفس نے مجھے خود پسندی میں مبتلا کر دیا تو میں نے اسے ذلیل کرنے کے لیے ایسا کیا۔(22) ایک بار امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں سب سے بہتر ہیں۔ آج کل کا زمانہ ہوتا تو اسے انعام واکرام سے نوازا جاتا لیکن حصرت عمر فاروق نے یہ سن کر اسے ایک درہ لگایا اور ارشاد فرمایا کہ کہ تو نے حضرت ابو بکر صدیق کی عظمت کا انکار کیا ہے۔ یقیناً حضرت ابو بکر صدیقؓ مجھ سے افضل ہیں، میرے باپ سے افضل ہیں، تجھ سے افضل ہیں تیرے باپ سے افضل ہیں۔"(23) ایک مرتبہ کسی اور شخص نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تو مجھے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔(24)

20۔ ترمذی، محمد بن عیسی، م279ھ، **جامع ترمذی** (مصر: مکتبۃ و مصطفی البابی الحلبی، 1975ء، ج4 ص638، حدیث 2459

21۔ **مالک بن انس**، امام، م179ھ، **الموطا** (ابو ظبی، الامارات: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية، 2004ء، باب مَا جَاءَ فِي التُّقَى، رقم الحدیث 3638

22۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، م774ھ، البداية و النهاية، بیروت: دار احیا التراث العربی، 1988ء، ج7 ص152

23۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال**، کتاب الفضائل، فضائل الفاروق، ج12 ص496، حدیث: 35623

24۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، 281ھ، **الصمت و آداب اللسان**، الطبعة الاولی، بیروت: دار الکتاب العربی، 1410ھ، باب ذم المداحین، ص275، رقم الحدیث 606

ابو یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ایک خولہ نامی (بوڑھی عورت) سے ملے جو لوگوں کے ساتھ جا رہی تھی اس نے آپ کو روک کر کھڑا کر لیا۔ آپ بھی ٹھہر گئے اور اس کے قریب ہو گئے، اپنا سر اس کی طرف جھکا دیا اور اپنے ہاتھ اس کے کاندھوں پر رکھ دیے حتی کہ اس نے اپنی بات پوری کی اور چلی گئی۔ ایک شخص نے کہا: یا امیر المومنین! آپ نے قریش کے معزز لوگوں کو اس بڑھیا کی وجہ سے کھڑا کر لیا؟ آپ نے فرمایا: افسوس! جانتے بھی ہو یہ کون ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ عورت ہے کہ اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے اس کا شکوہ سنا۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے اللہ کی قسم! اگر یہ از خود ساری رات مجھ سے جدا ہو کر نہ جاتی تو میں بھی یہیں سے نہ ہٹتا حتی کہ اس کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ [25]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں عورتوں کا زیادہ حق مہر مقرر کرنے سے منع کرتا ہوں قریش کی ایک بڑھیا کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ اے امیر المومنین! کیا کتاب اللہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا آپ کے قول کی۔ فرمایا کہ بے شک کتاب اللہ کی پیروی کی جائے گی۔ بڑھیا کہنے لگی کہ آپ زیادہ حق مہر سے منع کرتے ہیں جبکہ اللہ کا قرآن تو یہ کہہ رہا ہے:

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا([26])

اور تم نے ایک کو ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ آیت سنی تو انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا کہ یہاں ہر شخص عمر سے زیادہ سمجھ رکھتا ہے۔ ([27])ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ خود اپنا احتساب فرمایا کرتے تھے، اور حق بات کی صورت میں قبول بھی کر لیا کرتے تھے۔ خود احتسابی کی صورت میں آپ نے دنیا کے سامنے ایک ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا تھا کہ لوگ بھی غلط اور خلاف شرع کام کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔

---

[25]۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1401ھ، ج2ص520، رقم الحدیث4649

[26]۔ القرآن، سورۃ النساء، 20:4

[27]۔ سعید بن منصور، 227ھ، **سنن سعید بن منصور**، الھند: الدار السلفیۃ، 1403ھ، ج1ص195، رقم الحدیث598

اہل خانہ کا احتساب

خود احتسابی کے ساتھ ساتھ ایک فلاحی ریاست میں یہ امر بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس ریاست کا سربراہ اہل خانہ کا بھی سخت احتساب کرتا ہو اور ان لوگوں کے لئے مراعات و سہولیات کا متقاضی نہ ہو اور اگر وہ ایسا کر رہے ہوں تو وہ اس سے منع کرے اور انہیں اس سے حتی الامکان باز رہنے کی تلقین کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنا اور اپنے گھر والوں کا سختی سے محاسبہ فرمایا کرتے تھے، آپ جانتے تھے کہ پوری رعایا کی نگاہیں حاکم اور اس کے قریبی لوگوں کی طرف ہوتی ہیں، فقط اپنی ذات پر سختی کی جائے اور اپنے گھر والوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے یہ بھی رعایا کے لیے سخت نقصان دہ ہے، نیز قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی باز پرس ہو گی۔ آپؓ جب کوئی ممانعت کا حکم جاری کرنا چاہتے تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کے پاس آتے اور فرماتے: ''میں نے لوگوں کو فلاں فلاں کام سے روک دیا ہے لوگ تم پر اسی طرح نگاہ رکھتے ہیں جس طرح گوشت کھانے والے پرندے گوشت پر، پس اگر تم نے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ بھی کریں گے اور اگر تم دُور رہے تو وہ بھی دُور رہیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس کوئی فرد لایا گیا جو میرا قریبی ہے اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے تو میں اس کو دُگنی سزا دوں گا۔([28])

یعنی آپ کے گھر والوں میں سے کسی کے ذہن میں یہ خیال ہی نہ جائے کہ ہمارے خاندان کا سربراہ پوری ریاست کا حاکم ہے اور اس کی وجہ سے وہ کہیں غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اسی وجہ سے آپ نے ان کے لیے دگنی سزا کا اعلان کیا تھا۔ آج اگر کسی شخص کا کوئی بھی عزیز یا رشتہ دار کسی اہم عہدے پر فائز ہو جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بالاتر سمجھنے لگ جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو ایک عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس فرمان میں ان سب کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ یہاں حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت کے چند ایسے واقعات اختصاراً نقل کیے جاتے ہیں جن میں آپ نے اپنے گھر والوں کا احتساب کیا:-

1۔ آپ نے حضرت اسامہ بن زید کو حضرت عبد اللہ بن عمر پر ترجیح دیتے ہوئے ان کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا صرف اس

---

[28]۔ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ، م571ھ، **تاریخ دمشق**، بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1995ء، ج44ص268

وجہ سے کہ حضرت اسامہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب تھے۔([29])حالانکہ آپ کے بیٹے ان سے علم و فضل میں فائق تھے۔

2۔ ایک موقع پر آپ نے اپنے بیٹے کی خود پسندی کو ختم کرنے کے لیے اسے ایک درہ مارا صرف اس وجہ سے کہ اس نے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور اچھا لباس پہنا ہوا تھا۔([30])

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے سرکاری چراگاہ جہاں سب لوگ اونٹ چراتے تھے ایک اونٹ خرید کر چراہ گاہ میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا آپ کو معلوم ہوا تو اس کو بیچ کر اصل قیمت انہیں لوٹا دی اور اضافی رقم بیت المال میں جمع کروادی۔([31])

4۔ ایک مرتبہ عبید اللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عراق میں ابو موسی اشعریؓ سے قرض لے کر تجارت کی۔ آپ نے انہیں اس تجارت کا نفع دینے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ ابو موسی اشعری نے صرف انہیں قرض کیوں دیا تھا؟اور باقی جو لشکر تھا اسے قرض نہیں دیا گیا تھا چونکہ ابو موسی اشعریؓ نے ان کے ساتھ رعایت والا معاملہ کیا تھا اس لیے کل نفع بیت المال کا حق تھا۔ صحابہ نے مداخلت کی تو پھر انہیں اس تجارت سے نصف نفع دیا گیا۔([32])

5۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر جلولا سے تجارت کر کے واپس آئے تو حضرت عمر فاروق نے مال تجارت میں سے ایک خمس(1/5)انہیں دیا اور باقی(4/5)رقم بیت المال میں جمع کروادی کہ مبادا حاکم وقت کے بیٹے ہونے کی وجہ سے

---

[29]۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق، م292ھ، **مسند البزار**، الطبعۃ الاوٰلی ،المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ العلوم والحکم، 1988ء، ج1 ص409، رقم الحدیث 486

[30]۔ عبد الرزاق بن ھمام، م211ھ، **المصنف**، الطبعۃ الثانیۃ، بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ، باب الکبر، ج10 ص416، رقم الحدیث 1954

[31]۔ ملخصاً: البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، م458ھ، **السنن الکبری**، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1424ھ، باب کیف التیمم، ج1 ص317، رقم الحدیث 11811

[32]۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، م458ھ، **کتاب القراض**، ج6 ص183، رقم الحدیث 11605

اس شہر کے لوگوں نے ان کے ساتھ کوئی رعایت کا معاملہ نہ کیا ہو۔([33])

6۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت عاصم بن عمر کو بیت المال سے مال دینے سے انکار کر دیا بلکہ سابقہ خرچ شدہ مال بھی لوٹانے کا حکم دیا کہ جب تک میں بیت المال کا نگران نہیں تھا تمہارا مال لینا جائز تھا لیکن نگران بننے کے بعد حرام ہے۔([34])

7۔ آپ کے بیٹے عاصم بن عمر عراق سے واپسی پر تحائف لے کر لوٹے تو آپ نے ان سے تمام تحائف لے کر بیت المال میں جمع کروا دیئے۔([35])

8۔ آپ نے اپنی بیوی کو بیت المال کی کستوری اور عنبر کا وزن کرنے سے صرف اس وجہ سے روک دیا کہ تولتے وقت ان کے ہاتھوں کو لگ جائے گا اور یہ تقوی کے خلاف تھا۔([36])

9۔ ابو موسی اشعری نے جب آپ کے گھر میں تقریباً ڈیڑھ گز کا قالین بطور تحفہ بھیجا تو آپ نے وہ تحفہ نہ صرف انہیں واپس کر دیا بلکہ ان سے سخت ناراض ہوئے۔([37])

10۔ بادشاہ روم کے جنگ بندی کے اعلان کے بعد آپ کی زوجہ نے روم کے بادشاہ کی زوجہ کے لیے خوشبو، برتن اور زیورات کا تحفہ بھیجا جواباً اس نے ایک قیمتی ہار کا تحفہ ارسال کیا آپ نے صحابہ کی رائے کے برعکس اسے صرف اس وجہ سے بیت المال میں جمع کروایا کہ اس کو لانے والا سرکاری قاصد تھا۔([38])

---

[33]۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، م235ھ، **المصنف**، جدة: دار القبلة، س۔ن، کتاب التاریخ، فی امر القادسیة وجلولاء، ج8ص18، رقم الحدیث37

[34]۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، 281ھ، **الورع**، الطبعة الاولی، الکویت: الدار السلفية، 1408ھ، باب فی الورعین، ج1ص113، رقم الحدیث188

[35]۔ ابن شبہ، ابو زید عمر، النمیری البصری، 262 ھ، تاریخ المدینة النبویة، جدة: السید حبیب محمود احمد، 1399ھ، ج2، ص700

[36]۔ احمد بن حنبل، امام، م241ھ، **الزھد**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن، زھد عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 619

[37]۔ ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، م571ھ، **تاریخ دمشق**، ج44ص326

[38]۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، 630ھ، **الکامل فی التاریخ**، الطبعة الاولی، بیروت: دار الکتاب العربی، 1417ھ، ج2ص469

11۔ایک مرتبہ آپ نے مدینہ منورہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں۔سب سے اچھی چادر اپنی زوجہ اُمّ کلثوم بنت علی کو دینے کی بجائے اُم سلیط کو دی کیوں کہ وہ غزوہ احد کے موقع پر پانی کے مشکیزے لایا کرتی تھیں۔([39])

12۔ایک مرتبہ کچھ مال آیا تو آپ نے اپنی بیٹی اور ام المومنین حضرت حفصہ کے تقاضا کے باوجود انہیں اس مال سے حصہ نہ دیا کہ اس مال پر پہلا حق عام مسلمانوں کا تھا حالانکہ ان کا بھی حق تھا لیکن آپ نے انہیں اپنے مال سے حصہ دینے کا وعدہ کیا۔([40])

13۔ آپ کے داماد نے بیت المال سے کچھ مال کا مطالبہ کیا تو ارشاد فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے رب سے خائن بادشاہ کی حیثیت سے ملاقات کروں بعد ازاں آپ نے اپنے ذاتی مال میں سے اسے دس ہزار درہم عطا فرمائے۔([41])

14۔ایک مرتبہ آپ کے بیٹے عبید اللہ بن عمر نے حضرت مقداد کو گالی دی، حضرت عمر نے کہا میری نذر ہے اگر میں تیری زبان نہ کاٹ دوں لوگوں نے ان سے اس بارے میں بات کی تو فرمایا چھوڑ دو تا کہ اس کی زبان کاٹ دوں تا کہ آئندہ کسی صحابی رسول کو گالی نہ دے۔([42])

ان شواہد میں دور حاضر کے سربراہان، حاکم یا سرکاری افسران کے لیے بہت سے نمونے موجود ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو کسی دوسرے سے برتر نہ سمجھیں اور نہ ہی اپنے اختیارات کی وجہ سے کسی کو دکھ یا تکلیف پہنچائیں۔

خواص کا احتساب

حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ کا احتسابی عمل بے لاگ اور ہر خاص وعام کے ساتھ یکساں نوعیت کا تھا، آپ کسی کے مقام و مرتبے کی بھی رعایت نہ فرماتے تھے۔اس سلسلے کی سب سے بہترین مثال آپ کا اپنی خلافت کے عہدے داران کو معزول کرنا ہے کہ آپؓ نے ان کا بھی احتساب فرمایا، انہیں معزول کیا تا کہ لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے

---

[39]۔بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، **صحیح البخاری**، کتاب المغازی، ذکر ام سلیط، ج5ص100، حدیث 4071۔

[40]۔احمد بن حنبل، امام، م241ھ، **الزھد**، رقم الحدیث 601

[41]۔ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، م571ھ، **تاریخ دمشق**، ج44ص331

[42]۔المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال**، ج12ص660، حدیث36009۔

کہ حضرت عمر فاروقؓ کا احتسابی عمل سب کے ساتھ یکساں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے خطاب کیا کہ میں نے اپنی ساری رعایا کو فلاں فلاں کام سے منع کر رکھا ہے (اور تم مدینہ منورہ کے لوگ دیگر لوگوں کے لیے معیار ہو جبھی تو) وہ لوگ تمہاری طرف یوں دیکھ رہے ہیں جیسا پرندہ گوشت پر نظریں جما لیتا ہے۔ یاد رکھو! اگر تم کسی بات پر عمل کرو گے تو دیگر لوگ بھی تمہیں دیکھ کر اس پر عمل کرنے لگیں گے، اسی طرح تم کسی کام پر عمل کرنے سے اپنے آپ کو روکو گے تو تمہیں دیکھ کر وہ لوگ بھی رک جائیں گے۔ اور ہاں یاد رکھو! اللہ کی قسم! جس کام سے میں نے سب لوگوں کو روک رکھا ہے اگر تم بھی اس میں مبتلا ہوئے تو تمہیں دوہری سزا ملے گی کیونکہ میرے قرب کی وجہ سے تمہارا مقام بھی اونچا ہے۔[43] یہاں مختصراً چند اکابر صحابہ کرام کے بے لاگ اور غیر جانبدارانہ احتساب کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے سپہ سالار کا احتساب کیا[44] اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ فتح خالد بن ولید کی وجہ سے ہو رہی ہے حالانکہ فتح کا سبب اللہ کی مدد ہے نہ خالد بن ولید کی موجودگی اس لیے آپ نے انہیں معزول کر دیا۔[45] دوسری روایت میں ہے کہ وہ شعراء پر رقم خرچ کرتے تھے اس لیے انہیں سپہ سالاری سے ہٹا کر سالار مقرر کر دیا۔[46]

2۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے آپ کو حضرت ابو سفیانؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے ہمارے گھروں سے نکلنے والے پانی کی نالیوں کو بند کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ وہاں آئے تو فرمایا اس پتھر کو اکھاڑو۔ انہوں نے اکھاڑ دیا۔ پھر فرمایا اسے بھی اکھاڑو۔ انہوں نے اکھاڑ دیا۔ آپ فرماتے رہے وہ اکھاڑتے رہے یہاں تک کہ کئی پتھر اکھاڑ ڈالے۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر فرمانے لگے: شکر ہے اس اللہ رب العزت کا جس نے عمر کو ایسا بنایا کہ ابو سفیان کو مکہ میں حکم دے اور وہ عمر کی اطاعت کرے۔[47]

43۔ عبد الرزاق بن ھمام، الصنعانی، م 211ھ، **المصنف**، باب لزوم الجماعۃ، ج 11 ص 343، رقم الحدیث 20713

44۔ احمد بن حنبل، امام، م 241ھ، **مسند احمد**، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001، رقم الحدیث 16823

45۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، م 235ھ، **المصنف**، رقم الحدیث 34534

46۔ علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، رقم الحدیث 37575، 37016

47۔ علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، **کنز العمال، کتاب الفضائل**، فضائل الفاروق، حدیث: 36017

3۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت جارودؓ کو قبیلہ ربیعہ کا سردار بتایا تو حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں کوڑا مار دیا کہ کہیں ان کے دل میں غرور و تکبر کے جذبات نہ پیدا ہو جائیں۔([48])

4۔ ایک مرتبہ بیت المال سے ایک درہم ملا انہوں نے آپ کے بیٹے کو دے دیا حضرت عمر کو پتہ چلا تو فرمایا کیا تمہیں مدینہ منورہ میں عمر کے بیٹے کے سوا کوئی نظر نہیں آیا؟ تم یہ چاہتے ہو کہ اُمت محمدیہ کا ہر شخص اُس درہم کے بدلے مجھ سے ظلم کا مطالبہ کرے۔ پھر آپ نے وہ ایک درہم بیت المال میں ڈال دیا۔([49])

صحت و صفائی کے معاملے پر احتساب

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کی صحت و تندرستی پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے، آپ موٹاپے کے نقصانات اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے عوام الناس کو آگاہ فرماتے، انہیں خفیف جسم رکھنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ کیونکہ بدن ہلکا ہونے کی صورت میں فرائض وواجبات کی ادائیگی پر قدرت اور دیگر دینی ودنیوی کاموں میں قوت ونشاط پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک توند والے شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کی طرف سے برکت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ برکت نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے عذاب ہے۔"([50]) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ نے موٹاپے کے شکار لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے آپ کو توند والا ہونے سے بچاؤ یعنی کھانے پینے کے سبب اپنا پیٹ بڑا ہونے سے بچاؤ کیونکہ موٹاپا تمہارے وجود کو خراب کرنے والا، بزدلی کو پیدا کرنے والا، نماز میں سستی دلانے والا ہے اور تم پر ضروری ہے کہ کھانے پینے میں احتیاط سے کام لو کیونکہ کھانے پینے میں میانہ روی جسم کو درست رکھتی ہے، اِسراف سے بچاتی ہے۔([51])

جہاں تک عام شہریوں کی صحت پر آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصی توجہ کی بات ہے تو اس سلسلے میں آپؓ

---

[48]۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، 281ھ، **الصمت و آداب اللسان**، الرقم: 601

[49]۔ علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، **کنز العمال**، کتاب الفضائل، فضائل الفاروق، حدیث 36019

[50]۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ، **فیضان فاروق اعظم**، کراچی: مکتبۃ المدینہ پرانی سبزی منڈی، 1435ھ، ج2 ص382

[51]۔ السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمد، م 902ھ، المقاصد الحسنة في بيان كثيرمن الأحاديث المشتهرة على الألسنة، الطبعۃ الاولی، بیروت: دار الکتاب العربی، 1405، حرف الھمزۃ، ج1 ص208

کسی شخص کو جسے ایسی بیماری ہوتی جس سے عموماً لوگ گھن کھاتے ہیں تو آپؓ ایسے شخص کو درست ہونے سے پہلے اپنے گھر سے نکلنے سے منع فرماتے۔ منقول ہے کہ آپ کا دوران طواف ایک ایسی بڑھیا کے پاس سے گزر ہوا جو جذام یعنی کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھی وہ بھی خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی، آپ نے اس سے فرمایا: اے اللہ کی باندی! کتنا بہتر ہو تا کہ تم اپنے ہی گھر میں رہتیں اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاتیں چنانچہ وہ بڑھیا اپنے گھر میں چلی گئی اور دوبارہ کبھی خانہ کعبہ کے طواف کے لیے نہ آئی۔ آپ کے وصال کے بعد اسے کسی نے کہا جنہوں نے تمہیں منع کیا تھا وہ تو اب دینا سے چلے گئے ہیں اب تم آجایا کرو۔ اس بڑھیا نے کہا: میں ایسی نہیں ہوں کہ جب وہ حیات تھے تو ان کی فرمانبرداری کروں اور جب وہ وصال فرماجائیں تو ان کی نافرمانی کروں۔"([52])

مروجہ پروٹوکول سے نفرت

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ مخصوص افراد پر مشتمل مجالس منعقد کرنے سے منع فرماتے تھے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ان کی رائے عام لوگوں سے مختلف ہو جاتی جس سے آپس میں بغض وعداوت اور نفرت جیسے امور پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ نے قریش کے کچھ لوگوں سے فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ مخصوص افراد کو لے کر مجلس منعقد کرتے ہیں، مجلس صرف دو آدمیوں کی نہ ہو کہ لوگ اس کنز **العمال** طرح کی باتیں کریں کہ یہ فلاں کے خاص لوگوں اور خاص دوستوں میں سے ہیں اور پھر مجلس کا دائرہ تنگ کر دیا جائے۔ اللہ کی قسم! تمہارا یہ عمل تمہارے دین، تمہاری شرافت اور تمہارے آپس کے تعلقات کو بہت تیزی سے ختم کر دینے والا ہے اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے بعد آئندہ آنے والے لوگ یہ نہ کہیں کہ فلاں کی رائے یہ تھی اور فلاں کا خیال یہ تھا۔ انہوں نے اسلام کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، لہٰذا اپنی مجلسوں کو وسعت دو اور سب کے ساتھ اٹھو بیٹھو۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دشمن پر رعب غالب رہے گا۔"([53])

آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حج کے لیے تشریف لے گئے درآں حالیکہ آپ خلیفہ وقت تھے لیکن کہیں پر بھی آپ کے لیے کوئی خصوصی بندوبست نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی کوئی خصوصی خیمہ یا سائبان لگایا گیا تھا بلکہ سادگی کا

---

[52]۔ عبد الرزاق بن ھمام، الصنعانی، م 211ھ، **المصنف**. کتاب المناسک، الطواف افضل ام الصلاۃ، ج5 ص71، حدیث 9031

[53]۔ الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، م310ھ، **تاریخ الطبری**، الطبعۃ الثانیۃ، بیروت: دار التراث، 1387ھ، ج4 ص213

یہ عالم تھا کہ آپ کا اگر آرام کرنے کا دل کرتا تو کسی درخت پر کپڑا ڈال کر آرام کرنے لگ جاتے۔(54) یہ اس شخص کا حال تھا کہ جس کی ہیبت سے صحابہ کے ساتھ ساتھ قیصر وکسری بھی کانپتے تھے لیکن وہ اپنے لیے کوئی پروٹوکول پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابی بن کعب جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، مجلس سے اٹھتے تو لوگ ادب اور تعظیم کے خیال سے ساتھ ساتھ چلتے اتفاق سے حضرت عمر آنکلے، یہ حالت دیکھ کر ابی بن کعب کو درہ لگایا، ان کو نہایت تعجب ہوا اور کہا خیر تو ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا! تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ امر متبوع کے لئے فتنہ اور تابع کے لئے ذلت ہے۔(55) ایک دن صفوان بن امیہ نے ان کے سامنے ایک خوان پیش کیا، حضرت عمر نے فقیروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتا ہے۔(56)

اخلاقی کمزوریوں پر احتساب

ایسا کوئی عمل جس کی وجہ سے معاشرے میں اخلاقی کمزوریاں یا برائیاں پیدا ہوں آپؓ قطعاً برداشت نہ کرتے تھے یقیناً معاشرتی برائیوں یا ایسے بے جا تصرفات کو ختم کرنا جن سے مسلمان محرومی کا شکار ہوتے ہوں خلیفہ وقت کی ایک اہم ترین ذمہ داری ہے۔ حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ نے اس ذمہ داری کو بطریق احسن انجام دیا۔ آپؓ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے سستی وناتوانی سے اپنے سر کو جھکایا ہوا تھا تو آپ نے اس سے اِرشاد فرمایا! اپنے سر کو اوپر اٹھا کیونکہ اسلام بیمار نہیں ہے۔(57) اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک ایسے شخص کو جو جان بوجھ کر اپنی کمزوری ظاہر کر رہا تھا اور مریل انداز میں چل رہا تھا۔ آپ نے اس کے سر پر درہ مارا اور فرمایا! تم مر جاؤ لیکن

54۔ شعرانی، عبدالوہاب بن احمد، 973ھ، **الطبقات الکبری**، لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، 1423ھ، ص77

55۔ الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن، م255ھ، **سنن دارمی**، المملكة العربيةالسعودية: دار المغني للنشر والتوزيع، 2000ء، ج1 ص448، بَابُ مَنْ كَرِهَ الشُّهْرَةَ وَالْمَعْرِفَةَ، حدیث540

56۔ ملتقطاً: بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، **الأدب المفرد**، بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، 1409ھ، ج1 ص79، بَابُ هَلْ يَجْلِسُ خَادِمُهُ مَعَهُ إِذَا أَكَلَ، حدیث201

57۔ ابن الاثیر، مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد، 606ھ، النهاية في غريب الحديث والأثر، بیروت: المكتبة العلمیۃ، 1399ھ، باب المیم والواو، ج4 ص370

ہمارے دین کا گلا نہ گھونٹو۔"([58])

ایک دفعہ آپؓ کی بارگاہ میں ایک شخص اس طرح حاضر ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ہلا رہا تھا اور پاؤں کو بھی پٹخ رہا تھا۔ یعنی متکبرانہ چال کے ساتھ آیا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا یہ چال چھوڑ دو۔ اس نے کہا! ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسے کوڑے لگائے۔ اس نے پھر غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا تو آپ نے اُسے دوسری مرتبہ کوڑے لگائے۔ اِس بار وہ اپنی حرکت سے باز آگیا۔ آپؓ نے اِرشاد فرمایا! اگر اس طرح کی حرکتوں پر میں کوڑے نہیں ماروں گا تو اور کس چیز پر ماروں گا؟ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کرنے لگا! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اس وقت میرے ساتھ شیطان ہی تھا مگر اللہ تعالی نے آپؓ کے ذریعے اسے مجھ سے بھگا دیا۔([59])

عہدِ فاروقی میں مدینہ منورہ کے بازار بقیع میں صرف ایک ہی مذبح خانہ تھا جو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں تھا جس سے لوگ گوشت خریدتے تھے، سیّدُنا فاروقِ اعظمؓ اکثر وہاں تشریف لاتے تھے، اگر آپ کسی شخص کو مسلسل دو دن تک گوشت خریدتے ہوئے دیکھتے تو اسے درے لگاتے اور استفسار فرماتے کہ کیا تم اپنے پڑوسی اور چچازاد بھائی کی خاطر بھوکے نہیں رہ سکتے؟[60] اگر لوگ اس اصول پر عمل کریں تو نہ صرف گرانی کی شکایت ختم ہو سکتی ہے بلکہ کوئی شخص بھوکا بھی نہ رہے گا۔

جب کسی معاشرے میں لوگ کمائی کرنے کی بجائے بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں تو اس ملک کی معیشت کمزور ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروق اس معاشی اصول سے بھی آگاہ تھے اس لیے وہ بلا ضرورت بھیک مانگنے والوں کا بھی احتساب کیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بھکاری کو مانگتے ہوئے دیکھا، حالانکہ اس کی پیٹھ پر کھانے سے بھرا ہوا تھیلا لدا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے تھیلا چھین کر صدقے کے اونٹوں کے آگے ڈال دیا اور فرمایا: اب تمہیں جو مانگنا ہو مانگو۔([61]) آپ کے اس سخت احتساب کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دور حکومت میں لوگ اخلاقی لحاظ سے بھی اعلی اقدار پر فائز تھے، جس کا اندازہ اس دور کی تاریخ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

---

[58]۔ ایضاً، باب المیم والواو، ج4 ص370

[59]۔ حمدون، محمد بن الحسن بن محمد، م562ھ، التذکرۃ الحمدونیۃ، الطبعۃ الاولی، بیروت: دار صادر، 1417ھ، ج3 ص96

[60]۔ شعرانی، عبد الوہاب بن احمد، 973ھ، الطبقات الکبری، ص77

[61]۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ، فیضان فاروق اعظم. ج2 ص363

گورنرز کا احتساب:

ایک فلاحی ریاست میں امیر و غریب اور طاقتور و کمزور میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا، بلکہ ہر شخص کو یکساں حقوق و مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک فلاحی ریاست میں عوام مطمئن اور شاد زندگی گزارتے ہیں۔ بلاامتیاز عدل وانصاف کی فراہمی رسول کریم ﷺ کا طرہ امتیاز تھا۔ معاشرے کا طاقتور طبقہ چونکہ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھتا ہے، اس لیے حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے اپنے عاملین کا احتساب کرنے میں نہایت سختی کا مظاہرہ کیا تاکہ ان کے دل میں نہ تو غرور تکبر کے جذبات پیدا ہوں اور نہ ہی وہ ظلم کے مرتکب ہوں۔ آپ کے بارے میں ملتا ہے کہ حضرت عمر جب کسی کو گورنر بناتے تو انصار اور دوسرے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بناتے اور فرماتے: میں نے تجھے مسلمانوں کی جانوں اور عزتوں پر امیر نہیں بنایا لیکن میں نے تجھے ان پر امیر بنایا ہے تاکہ تو ان کے درمیان انصاف سے تقسیم کرے اور ان میں نماز کو قائم کروائے اور آپ اس پر شرط لگاتے کہ وہ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائے گا اور نہ ہی باریک کپڑا پہنے گا اور نہ ہی اچھی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو گا اور لوگوں کی ضروریات کے وقت اپنے دروازے کو بند نہیں کرے گا۔ ([62]) اس کے علاوہ مکتوب کے ذریعے وقتاً فوقتاً انہیں اللہ کے خوف سے ڈرایا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب میں ارشاد فرمایا کہ حاکم جب تک اللہ تعالی کے حقوق ادا کرتا ہے رعایا اس کے حقوق ادا کرتی ہے اور جب حاکم اللہ تعالی کے حقوق پامال کرنا شروع کر دیتا ہے تو رعایا اُس کے حقوق پامال کرنے لگتی ہے۔ ([63]) اور آپ کو اپنی عاملین کے احتساب کا اس حد تک احساس تھا کہ جب کسی علاقے سے کوئی وفد آتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ان کے امیر کے متعلق دریافت فرماتے: تمہارا امیر کیسا تھا؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کو جاتا ہے؟ کیا وہ جنازوں کی ہمراہی کرتا ہے؟ اس کا دروازہ کیسا ہے نرم ہے (کھلا رہتا ہے یا بند؟) اگر وہ کہتے کہ اس کا دروازہ نرم ہے اور وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے تو اس عامل کو

---

[62]۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، م 235ھ، **المصنف**، ج 17 ص 495، رقم الحدیث 33591

[63]۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، م 458ھ، **سنن البیہقی الکبری**، مکۃ المکرمۃ: مکتبۃ دار الباز، 1414ھ، کتاب آداب القاضی، انصاف الخصمین، رقم الحدیث 20461

چھوڑ دیتے ورنہ پیغام بھیج کر بلوالیتے اور معزول کر دیتے۔(64)یعنی گورنرز کو اخلاقی طور پر نہایت خوش اخلاق اور اعلی مرتبے پر فائز ہونا چاہیے اسی لئے آپ نے گورنرز کو اونچے مکان بنوانے سے بھی منع فرمادیا تھا۔عبد اللہ رومی سے روایت ہے: میں ام طلق کے گھر میں گیا تو ان کے گھر کی چھت بہت چھوٹی تھی میں نے کہا: ام طلق آپ کے گھر کی چھت کس قدر چھوٹی ہے تو انہوں نے فرمایا: بیٹا! حضرت عمر نے اپنے گورنروں کو لکھا: اپنے گھروں کو زیادہ اونچانہ کرو کیونکہ تمہارے برے دن وہ ہوں گے جن میں تم اپنے گھروں کو اونچا کرو گے۔(65) آپ اپنے گورنرز کی معمولی سی غلطی بھی معاف نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ آپ چاہتے تھے کہ وہ تمام احکام شریعت کی پابندی کریں۔حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو خبر ملی کہ ان کا مقرر کردہ گورنر قیلولہ نہیں کرتا۔حضرت عمر نے اس کو خط لکھا: قیلولہ کیا کرو، اس لیے کہ مجھے بیان کیا گیا ہے کہ بیشک شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔(66) اگر کوئی عامل بیت المال کو اپنی ملکیت سمجھتا تو اس کی اصلاح فرماتے۔ محمد بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے سائب بن اقرع کو مدائن کا حاکم بنایا۔ ایک دن وہ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ان کے پاس تانبے کا ایک تھال لایا گیا جو آدمی کے ہاتھ کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ سائب بن اقرع نے اس تھال میں ہاتھ ڈالا اور ایک مٹھی بھر کر کہا کہ یہ میرا ہے یہ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔ پھر انہوں نے اس بارے میں حضرت عمر کو خط لکھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ تم تو محض مسلمانوں کے ایک گورنر ہو، یہ سب کچھ مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔(67)

اخلاقی کمزوریوں پر گرفت کے علاوہ اگر کوئی شخص رعایا کے حقوق کو تلف کرتا یا ظلم واستبداد کا مرتکب ہوتا تو حضرت عمر ایسے عامل کا بے لاگ احتساب کرتے اور متاثرہ شخص کو قصاص یا دیت کی صورت میں انصاف فراہم کرتے۔ حضرت ابو فراس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: خبردار! اللہ کی قسم! میں نے تمہاری طرف گورنروں کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ تمہیں مارنے لگیں اور تمہارے مال چھین لیں۔ بلکہ میں نے ان کو

64۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**. رقم الحدیث 20296؛ رقم الحدیث14336؛ رقم الحدیث 14341

65۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، **الأدب المفرد**، ج1 ص161، رقم الحدیث452

66۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، م235ھ، المصنف، جدة: دارالقبلة، س ن، ج13 ص572، رقم الحدیث 27211

67۔ ایضاً، ج18 ص277، رقم الحدیث34460

تمہاری طرف اس لیے بھیجا ہے۔ کہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت سکھلائیں جس شخص کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی دوسرا معاملہ کیا جائے تو وہ اس مسئلہ کو میرے سامنے پیش کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور بالضرور اس کی طرف سے بدلہ لوں گا۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی آدمی کسی جماعت پر امیر ہو اور وہ اپنی رعایا کے کسی شخص کو ادب سکھلائے تو کیا آپ اس کی طرف سے بھی بدلہ لیں گے ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے۔ ضرور بالضرور اس کی طرف سے بھی بدلہ لیا جائے گا اور میں نے کہا اس کی طرف سے بدلہ لے سکتا ہوں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی طرف سے بدلہ لیتے تھے ؟ خبردار! تم مسلمانوں کو مت مارو اس طرح کہ تم ان کو ذلیل کرنے لگو اور تم ان کو ان کے حقوق سے مت روکو کہ تم ان کو اپنے سامنے جھکانے لگو اور تم ان کو سرحدوں پر بھیج کر گھر واپسی سے مت روکو کہ کہیں تم ان کو فتنہ میں ڈال دو اور تم ان کو گھنے باغات والی جگہ میں مت اتارو کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اس طرح تم ان کو ضائع کر دو۔[68]

چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے گورنروں کو جمع کر کے لوگوں میں یہی اعلان کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے فلاں گورنر نے مجھے (ظُلماً) سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر نے (اس گورنر سے) کہا: تم نے اسے کیوں مارا؟ (اور اس آدمی سے کہا:) اُٹھ اور اس گورنر سے بدلہ لے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص نے کھڑے ہو کر کہا: اگر آپ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپ کے پاس بہت زیادہ شکایات آنے لگ جائیں گی اور یہ گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا کہ جو بھی آپ کے بعد آئے گا اسے یہ اختیار کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوانا ہر امیر کے بس میں نہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: جب میں نے حضور ﷺ کو اپنی ذاتِ اَقدس سے بدلہ دلوانے کے لیے تیار رہتے دیکھا ہے تو میں اپنے گورنر سے کیوں نہ بدلہ دلواؤں؟ حضرت عمرو نے کہا: آپ ہمیں اس آدمی کو راضی کرنے کا موقع دیں۔ حضرت عمر نے کہا: اچھا،

---

[68]۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، م235ھ. المصنف، 17 ص495، رقم الحدیث 33592

چلو تم اسے راضی کر لو۔ چنانچہ اس گورنر نے ہر کوڑے کے بدلہ دو دینار کے حساب سے دو سو دینار اس آدمی کو بدلہ میں دیے۔ ([69])

حضرت انس فرماتے ہیں: مصر سے ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! مجھ پر ظلم ہوا ہے، میں آپ کی پناہ لینا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا: ہاں! تم میری مضبوط پناہ میں ہو۔ تو اس نے کہا: میں نے حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے (محمد) سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو میں اُن سے آگے نکل گیا، تو وہ مجھے کوڑے مارنے لگے اور کہنے لگے: میں بڑے اور کریم لوگوں کی اولاد ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو کو خط لکھا کہ وہ خود بھی (مصر سے مدینہ منوّرہ) آئیں اور اپنے ساتھ اپنے اس بیٹے کو بھی لائیں۔ چنانچہ حضرت عمرو (مدینہ) آئے تو حضرت عمر نے کہا: وہ (شکایت کرنے والا) مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور اسے مارو۔ وہ مصری کوڑے مارے جا رہا تھا اور حضرت عمر فرماتے جا رہے تھے: کمینوں کے بیٹے کو مارو۔ حضرت انس کہتے ہیں: اس مصری نے حضرت عمرو کے بیٹے کو خوب پیٹا اور ہم چاہتے تھے کہ وہ انھیں خوب پیٹے اور اس نے مارنا تب چھوڑا جب ہمیں بھی تقاضا ہو گیا کہ وہ اب اور نہ مارے یعنی اس نے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر حضرت عمر نے اس مصری سے فرمایا: اب حضرت عمرو کی چندیا پر بھی مار۔ (حضرت عمر کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ حضرت عمرو کو اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرنی چاہیے تھی جس سے اس میں کسی پر بھی ظلم کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوتی) اس مصری نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے تو ان کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے ان سے بدلہ لے لیا ہے (اس لیے میں حضرت عمرو کو نہیں ماروں گا)۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عمرو سے فرمایا: کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے؟ حالانکہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔ حضرت عمرو نے کہا: مجھے اس قصہ کا بالکل پتہ نہیں چلا اور نہ یہ مصری میرے پاس شکایت لے کر آیا (ورنہ میں اپنے بیٹے کو خود سزا دیتا)۔ ([70])

---

[69]۔ محمد بن سعد، ابو عبد اللہ، 230ھ، **طبقات الکبریٰ**، ج 3 ص 223

[70]۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، رقم الحدیث 36010؛ اس روایت کی سندی حیثیت بہت کمزور ہے۔ کچھ لوگ اس حدیث کی سند کے علاوہ اس کے متن پر بھی درایت کے لحاظ سے اعتراضات کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہیں اس لیے کہ حکمران کا کام لوگوں کو بلا تاخیر انصاف کی فراہمی ہے اور یہ اصول دیگر صحیح روایات سے ثابت ہے اور بیٹے کے جرم کی وجہ سے باپ کو مارنے کے حضرت عمر کے حکم کی تاویل یہ کی جاسکتی ہے کہ

زید بن وھب سے روایت ہے فرماتے ہیں: ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور ان کے دونوں ہاتھ ان کے کانوں میں تھے اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے: میں حاضر ہوں! میں حاضر ہوں! لوگوں نے کہا: انہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ان کے پاس ان کے کسی امیر کی طرف سے خبر آئی کہ ان کے سامنے ایک نہر آگئی اور ان کے پاس کشتیاں نہ تھیں تو ان کا امیر کہنے لگا: ہمارے لئے کوئی شخص تلاش کرو جو نہر کی گہرائی جان سکے، اتنے میں ایک بوڑھا شخص لایا گیا وہ کہنے لگا: مجھے ٹھنڈک کا خدشہ ہے اور وہ سردیوں کا موسم تھا، چنانچہ امیر نے اسے مجبور کیا اور نہر میں اتار دیا، ٹھنڈک نے اسے زیادہ دیر نہیں رکھا کہ وہ پکار کر کہنے لگا: ہائے عمر! پھر وہ ڈوب گیا، آپ نے اس امیر کی طرف خط لکھا، وہ آپ کے پاس آیا، آپ کچھ دن اس سے اعراض کرتے رہے، آپ کو جب بھی کسی پہ غصہ آتا اسے اس کی سزا دیتے، پھر آپ نے فرمایا: اس شخص کا کیا ہوا جسے تم نے قتل کر دیا تھا؟ وہ کہنے لگا: امیر المومنین! میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ تو نہ کیا تھا ہمارے پاس نہر عبور کرنے کی کوئی چیز نہ تھی ہم نے چاہا کہ پانی کی گہرائی کا پتہ لگا سکیں، پھر ہم نے اس طرح کیا، تو حضرت عمر نے فرمایا: ایک مسلمان شخص مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے جو تم لے کر آئے ہو، اگر طریقہ پڑ جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا جاؤ! اس کے گھر والوں کو دیت دو اور یہاں سے چلے جاؤ، پھر مجھے نظر نہ آؤ۔([71])

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں پھر رہے تھے۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ اے عمر کیا عاملوں کے لیے چند قواعد کے مقرر کرنے سے تم عذاب الہی سے بچ جاؤ گے۔ تم کو یہ خبر ہے کہ عیاض بن غنم جو مصر کا عامل ہے باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس کے دروازے پر دربان مقرر ہے۔" حضرت عمر نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور کہا کہ عیاض کو جس حالت میں پاؤ ساتھ لے آؤ۔ محمد بن مسلمہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا۔ اور عیاض باریک کپڑے کا کرتہ پہنے بیٹھے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر نے کرتہ اتروا کر کمبل کا کرتہ پہنایا اور بکریوں کا ایک گلہ منگوا کر حکم دیا کہ "جنگل میں لے جا کر چراؤ" عیاض کو انکار کی تو مجال نہ

انہوں نے اسی وجہ سے یہ حکم دیا ہو کہ حضرت عمرو نے انصاف کی فراہمی کو یقینی کیوں نہیں بنایا یہ اصول سمجھانا مقصود تھا اسی لیے یہ حکم دیا ہو کہ حاکم کے طور پر مارا جائے نہ کہ بیٹے کی جرم کی سزا کے طور پر اگرچہ حضرت عمرو کو اس شخص نے مارا نہیں تھا لہذا درایت کے لحاظ سے یہ روایت بالکل درست ہے۔

[71]۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، ج15 ص81، رقم الحدیث 40189

تھی۔ مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے مر جانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" تجھ کو اس سے عار کیوں ہے۔ تیرے باپ کا نام غنم اسی وجہ سے پڑا تھا کہ وہ بکریاں چراتا تھا"۔ غرض عیاض نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے۔([72])

عتبہ بن فرقد سے روایت ہے کہ میں عمر کے پاس چند ٹوکریاں حبیص (کھجور کا حلوا) لے کر آیا پوچھا یہ کیا ہے میں نے کہا یہ کھانے کی چیز ہے آپ کے پاس لایا ہوں کیونکہ آپ لوگوں کے کام انجام دینے کے لئے صبح سویرے نکلتے ہیں جب کھانے کے لئے واپس آئیں تو اس میں سے کھائیں۔ اس سے آپ کو قوت حاصل ہو گی ایک ٹوکری کھول کر دیکھا اور فرمایا اے عتبہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ایسی ایک ٹوکری دے دیں میں نے کہا اے امیر المؤمنین اگر میں قبیلہ قیس کا تمام مال بھی خرچ کر دوں پھر بھی تمام مسلمانوں کے لئے پورا نہیں ہو سکتا ہے۔ فرمانے لگے پھر مجھے اس حلوا کی ضرورت نہیں! پھر ثرید کا ایک پیالہ منگوایا جس میں سخت روٹی اور سخت گوشت تھا۔ وہ میرے ساتھ بہت رغبت کے ساتھ کھا رہے تھے میں نے گوشت کے ایک ٹکڑا کی طرف کوہان کا گوشت سمجھ کر ہاتھ بڑھایا وہ پٹھے کا گوشت نکلا میں نے اس ٹکڑا کو خوب چبایا لیکن نگل نہ سکا۔ ان سے آنکھیں چرا کر اس کو منہ سے نکال کر دستر خوان کے نیچے دبا دیا پھر نبیذ کا ایک کھوپی مانگا جو کہ سرکہ بننے کے قریب ہو گیا تھا مجھ سے فرمایا پیو، لیکن میں اس کو بھی گلے سے نہ اتار سکا انہوں نے لے کر پی لیا پھر فرمایا اے عتبہ سن لے ہم روزانہ اونٹ ذبح کرتے ہیں اس کی چربی اور عمدہ حصہ ان مہمانوں کو کھلاتے ہیں جو دور دراز سے آتے ہیں اس کی گردن عمر کے گھر والوں کے لئے ہے۔ جو اس سخت گوشت کو کھاتے ہیں اور اس سخت نبیذ کو پیتے ہیں ہمارے پیٹ کاٹتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں۔([73])

ان شواہد و نظائر سے یہ بخوبی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عوام کے ساتھ ساتھ اپنے گورنرز کے احتساب کا بھی خوب خیال رکھا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے معاشرے کے اس انتہائی طاقتور طبقے میں بھی یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی کمزور پر ظلم کرے اور اگر کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا بھی تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بروقت گرفت کیا کرتے تھے اور متاثرہ فریق کو اس کا حق دلوایا کرتے تھے۔ یوں برائی و بدی کا قلع قمع ہو جاتا اور انصاف کی فراہمی کی صورت میں معاشرے میں بے چینی و بے سکونی اور بغاوت و غداری جیسے جذبات بھی پیدا نہیں ہوا کرتے

---

[72]۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم، امام، م 182ھ، **الخراج**، القاھرۃ: المطبعۃ السلفیۃ ومکتبتھا، س۔ن، ج 1 ص 116

[73]۔ المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**. رقم الحدیث 35936

تھے۔ آج دور جدید میں سستے اور فوری انصاف کے نعرے تو بہت لگائے جاتے ہیں اور اس کی فراہمی کے لیے حتی ا لامکان اقدامات بھی کیے جاتے ہیں لیکن پھر بھی اسے یقینی بنانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ دوسری طرف حضرت عمر اپنی رعایا کو بلا تاخیر اور فوری انصاف مہیا کیا کرتے تھے۔

خلاصہ بحث

بیان کردہ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قائم کردہ نظام احتساب دور جدید میں موجود کسی بھی معاصر نظام احتساب سے نہایت اعلی اور شاندار تھا۔ اس لیے آپ کے نظام احتساب کو اپنا کر کوئی بھی فلاحی ریاست اپنے مقاصد کی تکمیل بحسن وخوبی بجالا سکتی ہے۔ آپ سستے اور فوری انصاف کی بجائے بلا تاخیر اور بلا قیمت عدل و انصاف پر یقین رکھتے تھے۔ جس پر عمل کرنا عصر حاضر میں جدید فلاحی ریاست کے لئے ایک مشکل امر ہے لیکن ناممکن نہیں۔ آپ کے نظام احتساب میں خاص اور عام میں کوئی فرق نہیں تھا۔ آپ کے بلا امتیاز انصاف و احتساب کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دور میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی اور رعایا نہایت ہی عمدہ اخلاقی اقدار پر فائز تھی اور ایک فلاحی ریاست کے لیے درکار تمام ضروری امور آپ کے نظام احتساب میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس مثالی طرز حکومت یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ایک عام آدمی سے لے کر گورنر تک سب کا احتساب کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے دور خلافت کی بے شمار مثالیں فلاحی ریاست کے قیام کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ان مثالوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے عدل و انصاف، بے لاگ احتساب، امانت اور دیانت کے اصولوں پر کاربند ہونا ہو گا۔ اس ضمن میں آپ نے خود احتسابی کے عمل کو اپنایا اور احتساب کا آغاز اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور خواص کے محاسبے کے ذریعے کر کے ساری رعایا کے لیے قابل تقلید نمونہ پیش کیا۔ یہی اصول مساوات آج ایک فلاحی ریاست کی بنیادی ضرورت ہے، جس کو اپنا کر ممکنہ مثالی نتائج کا حصول ممکن بنایا جا سکتا ہے۔